نمازی کے پاس باآواز ذکر

جائز ہے یا نہیں؟

اس رسالہ میں نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر،
اذان سے پہلے باآوازِ بلند صلوٰۃ وسلام اور
مساجد میں لاؤڈ سپیکر کے غیر شرعی استعمال
کے بارے میں قرآن و سُنّت کی روشنی میں
اکابر سُنّی علماءِ کرام کے فتاویٰ اور آرا پیش کی گئی ہیں

تالیف: مولانا محمد عبد الغفور شرقپوری
تلخیص: حافظ ظفر اللہ شفیق

اِدارۂ صِراطِ مُستقیم
باغبان پورہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

قرآن وسنت اور اسلامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کا ماحول صاف ستھرا اور پرسکون ہونا چاہئے، تا کہ اللہ کے بندے دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ لیکن بہت سے دوسرے معاملات کی طرح اس بارے میں بھی ہم راہِ شریعت سے ہٹتے جا رہے ہیں۔

کچھ عرصے سے بعض مساجد میں یہ طریقہ شروع ہوا ہے کہ فرض نماز کے فوراً بعد اجتماعی طور پر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسبوق کی نماز میں خلل پڑتا ہے، بعض اوقات اس ذکر میں اتنا جہر ہوتا ہے کہ نمازی کو اپنی قرأت کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

پھر نماز سنت سے فراغت کے بعد ابھی کچھ لوگ فرض نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور کچھ نوافل میں مشغول ہوتے ہیں کہ کہیں بیان شروع ہو جاتا ہے اور کہیں اجتماعی طور پر باآواز بلند صلوٰۃ و سلام اور اس کے بعد لمبی دعا شروع ہو جاتی ہے۔ بیان والے تو اس لئے عجلت کرتے ہیں کہ لوگ چلے جائیں گے، اور امام صاحب کو اپنے جانے کی عجلت ہوتی ہے، وہ دوسروں کی نماز ختم ہونے کا انتظار نہیں کرتے، اس عجلت میں بیان اور دعا تو ہو جاتی ہے اور اپنے اپنے خیال کے مطابق یہ لوگ دین کے جھنڈے گاڑ لیتے ہیں لیکن بے چارے نمازی اور اس کی نماز کا کچومر نکل جاتا ہے۔

اسی طرح جب سے لاؤڈ اسپیکر ناخواندہ اور دین سے ناآشنا لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے، وہ اس کا ایسا غیر فطری استعمال کر رہے ہیں کہ خود اسپیکر توبہ توبہ کر اٹھا ہے، کہیں پھیپڑوں کی پوری قوت سے 'مشقِ سخن' ہو رہی ہے، کہیں تلاوت ہو رہی ہے، کہیں وزن و بحر سے بے بہرہ، حد ادب سے ناواقف، بے سُرے، نعت خوانی میں مصروف ہیں اور یہ عمل وقفے وقفے سے تہجد کے وقت سے رات بارہ ایک بجے تک جاری رہتا ہے۔ کوئی سو رہا ہے، کوئی پڑھ رہا ہے، کوئی بیمار ہے، کوئی بیت الخلا میں

ہے لیکن ہمارے ان اہلِ دین کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں، غضب یہ ہے کہ بعض مساجد میں ٹیپ ریکارڈر آن کر کے لاؤڈ اسپیکر کے سامنے رکھ دیا اور خود سو گئے، اب اسپیکر جانے اور غریب عوام!

دنیا کے ستائے، غموں کے مارے لوگ مسجد کی آغوش میں سکون تلاش کرنے آتے ہیں، یہاں یہ دین والے اطمینان سے عبادت نہیں کرنے دیتے۔

ایسے جاہلانہ رویے سے تنگ آ کر ہم نے لوگوں کو مسجد کے پڑوس سے بھاگتے اور علماء کو بُرا بھلا کہتے خود سنا، اور امت میں اس رویے سے جو تفریق پڑی، وہ اس کے علاوہ ہے۔ عام آدمی کھل کر اس بارے میں بات نہیں کرتا، اس لئے کہ دین کی آڑ میں اپنا غصہ نکالنے والوں کے انتقامی فتووں سے ڈرتا ہے۔

کئی دفعہ اہلِ علم سے بات ہوئی، انہوں نے اس رویے کی قباحت کو تو تسلیم کیا لیکن

لب بند و گوش بند و چشم بند!

اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مولانا عبدالغفور نقشبندی مجددی کی قسمت میں لکھی تھی۔ انہوں نے نہایت جرأت سے یہ سکوت توڑا اور:

''نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟''

کے عنوان سے ایک رسالہ قلمبند کیا۔ اس میں انہوں نے فقہاء کرام اور اعلیٰحضرت کے فتاویٰ کی روشنی میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کا عدم جواز ثابت کیا ہے۔ مولانا نے اس رویے کی تردید میں جو دلائل ذکر فرمائے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے:۔

۱۔ نماز بھی ذکر ہے اور فرض ہے، فرض ذکر کی موجودگی میں نفل ذکر ایسے انداز میں کرنا، جس سے فرض میں خلل پڑے، شرعاً درست نہیں۔

۲۔ ذکر بالجہر کا یہ مروجہ طریقہ خلاف سنت ہے اور عبادت تو وہ قبول ہوتی ہے، جو سنت کے مطابق ہو۔

۳۔ ایک ذکر کو معمول بنا لینے سے اس موقعے پر منقول دوسرے اذکار چھوٹ گئے ہیں یا ان کی اہمیت کم ہوگئی ہے، یہ بڑا خسارہ ہے۔

مولانا نے اس بارے میں اعتراضات و شبہات کا بھی تفصیل سے مدلل جواب دیا ہے

کتاب کے مؤلف مولانا عبدالغفور شرقپوری جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ روڈ، گجر پورہ، لاہور کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں اور شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

تعصب و جہالت کی فضا میں مولانا نے اس موضوع پر قلم اُٹھا کر حق گوئی کی مثال قائم کی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نقشبندی مجددی نسبت کا اثر ہے، جس نے آپ سے یہ پُرعزیمت کام کروایا۔

اسی طرح جن علماء کرام نے مصلحتوں سے بالا ہو کر اس کتاب کی تصدیق و تائید فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی برکت سے ان شاءاللہ

☆ مساجد کے ماحول میں سکون لوٹ آئے گا،

☆ علم و علماء کا احترام بڑھے گا،

☆ اور امت میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا۔

ہمارے سامنے کتاب کا مارچ 2002 میں شائع ہونے والا پہلا ایڈیشن اور مئی 2002 میں اشاعت پذیر دوسرا ایڈیشن ہے۔ اتنی قلیل مدت میں دو ایڈیشن کتاب کی مقبولیت کو ظاہر کر رہے ہیں۔

کتاب چونکہ مفصل ہے اور قیمتی بھی، اور آجکل لوگوں کے پاس وقت کی بھی کمی ہے اور ثروت کی بھی، اس لئے ہم اس کی تلخیص شائع کر رہے ہیں اور فی سبیل اللہ تقسیم کر رہے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔

ظفر اللہ شفیق
مدیر: ادارہ صراطِ مستقیم
اگست 2002

رابطہ: 0300-4186759
(بعد نمازِ مغرب)

فضائل ذکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(ترجمہ) ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو''۔ (البقرۃ:۱۵۲)

ذکر اور ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والے کی اس سے بڑھ کر فضیلت و بزرگی، عظمت و شان اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم مخلوق و مملوک ہو کر اُس کا ذکر کریں اور وہ خالق و مالک ہو کر ہمارا ذکر فرمائے، ہم بندے اور محتاج ہو کر اس کا ذکر کریں وہ معبود و اِلٰہ، غنی و بے نیاز ہو کر ہمارا ذکر فرمائے۔ ہم پر حق ہے کہ ہم اُس کا ذکر و شکر اور خاص اس کی عبادت کریں، اس پر کسی کا کوئی حق نہیں، یہ محض اُس کا فضل و کرم اور رحمت ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے وعدہ فرما لیا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر فرماؤں گا، تم میری عبادت کرو، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، میں تمہیں بخش دوں گا اور عذاب نہ دوں گا۔ حضور سید عالمِ نورِ مجسّم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اللہ کا حق بندوں پر تو یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اسے عذاب نہ دے'' (مشکوٰۃ المصابیح)

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھے اور میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اُسے ایسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے آدمیوں کی کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہوں جو اس جماعت سے بہتر ہے''۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں ذکرِ جہر کے جواز پر دلیل ہے''

اور فرماتے ہیں:

''بلاشک وشبہ ذکر بالجہر مشروع ہے جس طرح کہ حدیث میں آیا کہ اگر میرا بندہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے مقابل اس کے کہ اگر میرا بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرے''

اور ذکر جہر کی دلیلوں سے اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

(ترجمہ) ''تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے یا اس سے زیادہ'' (البقرۃ:۲۰۰)

نماز بھی ذکر ہے بلکہ مجموعۂ اذکار ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میرے ذکر کے لئے نماز قائم رکھ'' (طٰہٰ:۱۴)

اور فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو''۔ (الجمعہ:۹)

یہاں اللہ کے ذکر کی طرف دوڑنے سے مراد نمازِ جمعہ کی طرف دوڑنا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں سے روکے کہ اُن میں اس کا نام لیا جائے'' (البقرۃ:۱۱۴)

ان تمام آیات میں ذکر سے مراد نماز ہے اور نماز میں تمام اذکار جمع ہیں، اس لئے نماز صرف ذکر ہی نہیں بلکہ مجموعہ اذکار ہے۔

لہٰذا نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا، کسی طرح نماز میں خلل ڈالنا گویا تمام ذکروں کو روکنا، تمام ذکروں کے لئے رکاوٹ بننا اور تمام ذکروں میں خلل ڈالنا ہے۔

علاوہ ازیں نماز ذکر فرض ہے اور نماز کے بعد بآواز بلند ذکر جائز یا مستحب، فرض کی حفاظت زیادہ ضروری اور اہم ہے اگر مستحب فرض میں رکاوٹ بنے یا خلل انداز ہو تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے۔ اگر نمازی کے پاس اُس کی فراغت تک ذکر آہستہ کر لیا جائے تو ذکر بھی ہو جائے گا (کہ آہستہ ذکر بھی ذکر ہے) اور ثواب بھی دگنا ملے گا، ذکر کا بھی اور نمازی کو خلل سے بچانے کا بھی۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے میں

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ

زیرِ بحث موقف کے بارے میں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ مبارکہ پیش کئے جاتے ہیں، انہیں غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔

پہلا فتویٰ

سوال: اگر کوئی مسجد میں بآواز بلند درود و وظائف (پڑھے) خواہ تلاوت کر رہا ہو کہ اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے، ایسے موقع پر ذکر بالجہر، تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا، جہر سے منع کرنا، اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

جواب: بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت، جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم ﷺ میں ہے:

''جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹادے، بند کردے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع

کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔''

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے۔ ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا، دوسرا قرآن حکیم کو بے حرمتی کے لیے پیش کرنا۔

ردّالمحتار میں ہے:

''ایک شخص فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے کہ قرآن کا سننا ممکن نہیں، تو گناہ تلاوت کرنے والے پر ہے، اسی طرح اگر اونچی جگہ پڑھتا ہے، حالانکہ لوگ سو رہے ہیں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس لیے کہ یہ شخص ان کے قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنا، یا اس وجہ سے کہ ان کی نیند میں خلل پڑے گا''

ردّالمحتار میں مزید ہے:

''تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازاروں میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں، اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے، لہٰذا دفع حرج کے پیشِ نظر یہ پڑھنے والا گنہگار ہوگا، مشغول ہونے والے لوگ گنہگار نہ ہوں گے'' (فتاویٰ رضویہ: ۶۱۹/۳)

دوسرا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باآواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن، کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں، یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے، تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

جواب ''جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا، جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے، فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم''

(فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۶۱۹)

تیسرا فتویٰ

سوال: وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے، لہٰذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

جواب: ''درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باآواز بلند نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو، یا ریا آنے کا اندیشہ، اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں، تاہم اخفا افضل ہے، لمافی الحدیث: ''خیر الذکر الخفی''۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۱۰۶)

چوتھا فتویٰ

سوال: درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیرِ ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع کراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

جواب ''درود شریف ذکر ہے، ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا، نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف جہراً، یونہی درود شریف کا جہر جائز ومستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرأت حدیث وذکر نام اقدس ﷺ میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ وعلماء ومسلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرأت حدیث وکلام کررہے ہیں، اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۱۰۷)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کے اثبات میں
دلائل اور ان کا جواب

پہلی دلیل

''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز ختم ہونے کو اللہ اکبر (کی آواز) سے پہچانتے تھے''۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے۔

وضاحت

ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری: ۲/۲۵۹ میں لکھتے ہیں:

''سیاق عبارت خود بتلا رہا ہے کہ جس وقت حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا اُس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلند آواز سے ذکر نہیں فرماتے تھے۔''

امام نوویؒ نے فرمایا کہ ''حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ صحابہ کرامؓ نے ذکر کے طریقہ کی تعلیم کے واسطے تھوڑا عرصہ بلند آواز سے ذکر فرمایا، یہ نہیں کہ انہوں نے ذکر بالجہر پر دوام فرمایا اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ذکر خفی کریں مگر جس وقت تعلیم کی ضرورت ہو۔''

(نوویؒ، شرح صحیح مسلم ۱/۲۱۷)

اور علامہ عینیؒ ''عمدۃ القاری'' میں فرماتے ہیں:

''اہل السنۃ والجماعۃ کے چاروں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور دوسرے علماء تکبیر اور ذکر کے بلند آواز سے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں، اور امام شافعیؒ نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو ذکر کے طریقہ کی تعلیم کے لئے جہر فرمایا، آپ کا جہر فرمانا دائمی نہیں تھا...... امام اور مقتدی کے لئے مختار یہ ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور مخفی کریں مگر یہ کہ تعلیم مقصود ہو تو تعلیم دیں پھر مخفی کریں۔

ابنِ بطالؒ نے فرمایا کہ سیدنا ابنِ عباسؓ کے فرمان (**کان علی عهد النبی ﷺ**) میں اس بات پر دلالت ہے کہ جس وقت آپؓ نے یہ حدیث بیان فرمائی اُس وقت آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے کہ اگر اس وقت نماز کے بعد ذکر بالجہر فرماتے ہوتے تو آپ کے اس فرمان کا کوئی معنیٰ نہیں۔

پس نمازوں کے بعد تکبیر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام زندگی مواظبت نہیں فرمائی اور آپ ﷺ کے اصحابؓ نے سمجھا کہ یہ لازم نہیں پس انہوں نے اس کو اس خوف سے چھوڑ دیا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی، پس یہی وجہ ہے کہ فقہاء میں سے جس

نے مکروہ قرار دیا، اس وجہ سے قرار دیا۔"

ملا علی قاریؒ مرقاۃ: ۲/۵۷ ۳ میں لکھتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ بلند آواز سے تہلیل وتکبیر کہا کرتے تھے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: "بیشک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، بے شک وہ تمہارے ساتھ ہے، بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔ اسی طرح باقی اذکار میں بھی اخفا سنت ہے مگر تلبیہ اور امام کی قنوت اور عید کی دونوں رکعتوں کی تکبیریں اور قربانی کے چوپایوں کے دیکھنے کے وقت عشرہ ذی الحجہ میں اور ہر دو سورتوں کے درمیان الضحیٰ سے آخر قرآن تک اور بازار کا وارد ذکر اور پستیوں سے چڑھنے اور بلندیوں سے نزول کے وقت۔"

دوسری دلیل

عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے:

"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ○ لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون"

(مشکوۃ المصابیح: ۸۸، صحیح مسلم: ۲۱۸/۱)

وضاحت

ملا علی قاریؒ مرقاۃ: ۲/۵۸ ۳ میں لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی نماز سے سلام فرماتے وقت ان کلمات مبارکہ کا پڑھنا اپنے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمانے کے لئے تھا۔"

اور شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات: ۱/۴۱۹ میں امام نوویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس دعا اور دوسری دعاؤں میں اخفا افضل ہے، پڑھنے والا خواہ امام ہو یا منفرد، مگر اس وقت بلند آواز سے پڑھے جب اس کی تعلیم کی ضرورت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہر کو اسی پر محمول کیا گیا ہے، اور لوگوں کو یاد ہو جانے کے بعد اسے مخفی پڑھنا افضل ہے۔"

اگر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو یہ ذکر سنت مؤکدہ ہوتا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر فرمایا اور وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم فرمانے کے لئے، اس پر دوام نہیں فرمایا اور یہی بات صحیح اور حق ہے، اولاً ظاہر ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو نماز کے بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا اور ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا سنت مؤکدہ ہونا مذکور ہوتا، حالانکہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا قول نہیں فرمایا۔

اگر نماز کے متصلاً بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے

ثانیاً اور اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے متصلاً بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو یہ سنت مؤکدہ ہوتا اور تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے ،نقشبندی بزرگ اس پر عمل کیوں نہ کرتے ، کیونکہ حضرات مشائخ کرام، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ہوں یا سلسلہ عالیہ قادریہ کے یا سلسلہ عالیہ چشتیہ کے یا سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے، مستحب پر بھی عمل نہیں چھوڑتے ،سنت مؤکدہ پر عمل کیسے چھوڑتے!

نمازی کو اذیت دینے کی ممانعت

(ترجمہ) حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد اقدس میں اعتکاف فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور فرمایا: خبردار بے شک تم سب اپنے رب سے مناجات کرنے والے ہو لہٰذا کوئی شخص کسی کو ہرگز اذیت نہ دے اور نہ کوئی دوسرے سے زیادہ قرآن پڑھنے میں، یا فرمایا، نماز میں آواز بلند کرے۔"

(سنن ابی داؤد: ١٩٥/١)

(ترجمہ) ابی حازم التمار البیاضی سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ان کی آوازیں قرآن کریم کے پڑھنے میں بلند ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے، لہٰذا وہ اُس چیز پر دھیان دے جس کے ساتھ اس سے مناجات کرتا ہے اور کوئی شخص دوسرے سے زیادہ قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔"

(سنن کبریٰ: ١١/٣)

اس سے وہ لوگ سبق لیں جو کہتے ہیں کہ بندہ توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کسی کے بلند آواز سے ذکر و درود شریف و قرآن کریم پڑھنے

سے اس کی نماز میں خلل نہیں آتا، اس کو اذیت وتشویش نہیں ہوتی۔

اس لئے کہ ہم حضرات صحابہؓ سے زیادہ توجہ اور حضور کے ساتھ نماز پڑھنے والے نہیں ہو سکتے، تو جب ان کو تاکید کے ساتھ فرمایا کہ کوئی کسی کو ہرگز اذیت نہ دے اور کوئی دوسرے سے زیادہ قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے تو ہماری ان کے مقابل میں کیا حیثیت ہے کہ باآواز بلند پڑھنے سے ہماری نماز میں خلل نہ آئے، ہمیں اذیت وتشویش نہ ہو؟!

غلط فہمیوں کا ازالہ

(۱) کچھ لوگ کہتے ہیں جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، غلطی اس کی ہے، ذکر کرنے والوں کی نہیں، وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس آکر بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا جائے۔ ایک تارک الجماعت کیلئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اذان و اقامت، درس و وعظ، تکبیرات تشریق سے کئی لوگوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے، ان کی خاطر یہ کام چھوڑ دیئے جائیں گے؟

وضاحت

جماعت سے رہنے والی کی غلطی تو اس صورت میں ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور اگر کسی عذر کی

وجہ سے جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو اس کی غلطی نہیں کہ عذر کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا جائز ہے، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے، فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں عاقل بالغ قادر پر جماعت کی مواظبت واجب ہے، بلاعذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا ہے اور عذر کی وجہ سے چھوڑنے والا گنہگار نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے، پڑھ لے، وہی اس کا وقت ہے“ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: ”سوتے میں (اگر نماز جاتی رہے) تو قصور نہیں، قصور تو بیداری میں ہے۔“

اور ہمیں مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس لئے ہمیں مسلمان کے بارے میں یہی گمان رکھنا چاہئے کہ اس بندۂ مومن کی جماعت کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہے، بغیر عذر کے نہیں، ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ خواہ مخواہ مسلمان کے فعل کو غلط جامہ پہنائیں اور اس کو غلطی پر محمول کریں اور اگر بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر کسی نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو پھر واقعی اس کی غلطی ہے، لیکن پھر بھی ہمیں یہ اجازت نہیں کہ اس کے پاس بلند آواز سے ذکر کریں اور اس کی نماز میں خلل ڈالیں کہ نماز پڑھنا تو غلطی نہیں اور یہ کہنا کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، غلطی اس کی ہے نہ کہ ذکر کرنے

والوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں، دعویٰ بلا دلیل ہے، کیونکہ اس کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

اور یہ کہنا کہ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس باآواز بلند ذکر کرنا شروع کر دیا جائے، ایک تارکِ جماعت کے لئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

فقہی مسئلے کا یہ خود ساختہ مطلب فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی اعلیٰ حضرت نے اس مسئلے کا یہ مطلب بیان فرمایا، نیز اس خود ساختہ مطلب کے مطابق جو نمازی جماعت میں شامل تھے جب وہ اپنی باقی نماز پوری کر رہے ہوں تو ان کے پاس بلند آواز سے ذکر منع ہونا چاہیے، کیونکہ وہ تو ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(۲) جب کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے پاس ان کے فارغ ہونے تک باآواز ذکر نہ کریں، آہستہ کر لیں تا کہ ان کی نمازوں میں خلل واقع نہ ہو اور وہ نمازی پوری توجہ اور سکون کے ساتھ نماز پڑھ لیں، جب فارغ ہو جائیں تو جس طرح چاہیں، آہستہ یا باآوازِ بلند، ذکر کر لیں، اس کے جواب میں یہ کہنا کہ یہ ذکر و درود کو روکنا ہے، بے انصافی ہے، کیونکہ آہستہ ذکر و درود بھی تو ذکر و درود ہی ہے، جس طرح جہری نمازوں فجر و مغرب و عشاء میں امام کا باآوازِ بلند پڑھنا بھی پڑھنا ہے اور سری نمازوں (ظہر و عصر) میں آہستہ پڑھنا بھی پڑھنا ہی ہے، اگر

آہستہ پڑھنا پڑھنا نہیں تو امام کے آہستہ پڑھنے سے نماز ہی نہ ہو کہ قرآن کریم کا پڑھنا نماز میں فرض ہے۔ بلکہ بعض احوال میں تو بالاتفاق ذکر خفی افضل ہے۔ نمازی کے پاس آہستہ ذکر کرنے والا بھی ذکر کا ثواب بھی پائے گا اور نمازی کو خلل میں ڈالنے کے گناہ سے بھی بچ جائے گا اور بلند آواز سے ذکر کرنے والے کو ذکر کا ثواب بھی نہ ہوگا، بلکہ نمازی کو خلل میں ڈالنے کا گناہ ہوگا۔

بریلی شریف کا معمول

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری نے بندہ مؤلف سے بیان فرمایا کہ میں بریلی شریف میں حضرت مصطفیٰ رضا خاں صاحب کی خدمت میں بارہ دن حاضر رہا، حضرت قبلہ کی موجودگی میں نہ قبل الاذان باآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا تھا اور نہ نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر ہوتا تھا اور حضرت قبلہ تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے۔ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ نماز کے فوراً بعد اونچی اونچی آواز سے ذکر شروع کر دینا جب کہ کچھ لوگ اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، جائز نہیں، ان کو روکنا ضروری ہے، اس کو سنی و غیر سنی کی علامت بنانا درست نہیں۔

مولانا محمد عارف صاحب (سلامت پورہ، لاہور) نے بندہ مؤلف سے بیان کیا کہ میں ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ کو بریلی شریف میں حاضر ہوا اور چند دن

قیام کیا۔ مولانا اختر رضا خان صاحب کی موجودگی میں نہ تو اذان سے پہلے باآواز
بلند صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا تھا اور نہ نماز کے بعد باآواز بلند ذکر ہوتا تھا۔

عظیم نقصان

اس مخصوص معمول کلمہ طیبہ کے ورد پر زیادہ توجہ اور زیادہ زور دینے کی
وجہ سے بہت سے اذکار اور دعائیں استغفار، استعاذہ، استعانت، تسبیح، تحمید، تکبیر،
آیۃ الکرسی وغیرہ جن کا نماز کے بعد پڑھنا حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ سے
ثابت ہے اور جن میں سے بعض کے پڑھنے کا آپ ﷺ نے امر فرمایا اور
چھوڑنے سے منع فرمایا اور ان کے پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت اور بہت زیادہ
اجر وثواب بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کو گناہوں کے لئے کفارہ ہونا بیان
فرمایا (تفصیل کے لئے احادیثِ مبارکہ کی کتب ملاحظہ فرمائیں) ان سے اکثر
نمازی محروم رہ گئے!

تائیدات وتصدیقات

(۱) ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری، وزیر مذہبی امور، صوبہ پنجاب

بلاشبہ ''ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ'' کہ مخل ہو، درست نہیں ہے، ذکر تو اللہ
کی نعمت ہے، اللہ کی رحمت ہے مگر سوال یہ ہے کہ نماز سے امام کے فارغ ہونے
کے بعد جو لوگ کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل کرتے ہیں ذکر کی اونچی آواز سے وہ
بھول جاتے ہیں، یہ کیسے درست ہوگا؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس قدر اونچی آواز
سے کہ دوسروں کی نمازوں میں خلل پڑے، ذکر درست نہیں ہے۔

(۲) علامہ محمد عبد الغفور الوری، رائے ونڈ، لاہور

''میں نے کتابِ مذکور کو پڑھا، جس میں پہلے مولانا نے اپنے موقف
کی وضاحت فرمائی پھر اپنے اس موقف کو براہین قاطعہ وحجج ساطعہ سے خوب
روز روشن کی طرح واضح فرمایا، جس سے اپنا مدعا اور موقف بے غبار اور مخالفین کی
بے ثبات ومن گھڑت آرا طشت از بام ہو گئیں۔ نیز مولانا موصوف نے اپنے فہم
وادراک علمی کے ذریعہ اپنے آپ کو حدیث مصطفیٰ ﷺ الساکت عن الحق
شیطان اخرس (حق نہ کہنے والا گونگا شیطان ہے) کی وعید سے بچا لیا اور
دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بن کر حدیث کے مطابق عمل کرنے والوں کے اجر
کے بھی مستحق ہوئے۔''

(۳) مفتی محمد عبداللطیف مجددی، جامعہ نعیمیہ، لاہور

''مولانا عبدالغفور نے امر شرعی کو بالدلائل واضح فرمایا جس پر سلفاً خلفاً علماو اساطین متفق تھے اور اس مسئلے پر بعض اشتباہ جو تھے، ان کا شافی جواب ذکر فرمایا اور جو احادیث مبارکہ ذکر بالجہر بعد از صلوٰۃ مفروضہ پر دلالت کرتی ہیں، ان کی صحیح توجیہ فرمائی، حضرت موصوف نے اپنے بیان کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے مزین فرما کر ان حضرات پر تنبیہ فرمائی جو رضوی ہونے کے باوجود اعلیٰ حضرت کے خلاف فتویٰ صادر فرماتے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ، بھکھی شریف، فقیر کے پاس جامعہ نعیمیہ میں تشریف لائے، مجلس علمی منعقد ہوگئی، علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبؒ نے دو مسئلے چھیڑے۔ ایک کا تعلق ذکر بالجہر کے ساتھ تھا، بحث میں حضرت شاہ صاحب نے سعیدی صاحب سے فرمایا، آپ نے ذکر بالجہر پر جتنے دلائل بیان کیے ہیں، وہ صرف بعدیت پر دلالت کرتے ہیں، لیکن ایسی حدیث یا دلیل بیان کرو جو بعد متصل پر دلالت کرے، اس پر سعیدی صاحب خاموش ہوگئے اور دوسرا مسئلہ نصابِ زکوٰۃ کا تھا، شاہ صاحب کا موقف یہ تھا کہ زکوٰۃ کا نصاب صرف سونا ہونا چاہیے۔ شاہ صاحب کے دلائل سن کر دونوں حضرات لاجواب ہوگئے۔''

(۴) مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی، جامعہ نظامیہ، لاہور

''بعد از نماز باجماعت ذکر بالجہر کا جواز تین شرطوں سے مشروط ہے کہ نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا نہ ہو۔ اگر یہ تین موانع ہوں تو ذکر بالجہر ناجائز ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے۔ اور اگر موانع موجود نہ ہوں تو ذکر بالجہر جائز تو ہے مگر فقہائے احناف کی تصریح کے مطابق ذکر خفی بہر صورت افضل ہے''۔

(۵) علامہ مفتی محمد خاں قادری، جامعہ اسلامیہ، لاہور

''شریعت نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ تمہارے ذکر سے کسی کی عبادت و آرام میں خلل واقع نہیں ہونا چاہیے، مثلاً بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر افضل مگر نماز کا احترام لازم و فرض ہے۔ لہٰذا اگر کوئی پاس نماز ادا کر رہا ہے تو اس وقت بلند آواز سے ذکر نہ کیا جائے تاکہ نماز میں خلل واقع نہ ہو، نماز کے اس احترام کے پیشِ نظر ذکر آہستہ کیا جائے ہمارے ہاں اس بات کا خیال کم ہوتا جا رہا ہے۔

معاملہ ضد اور ہٹ دھرمی کا نہیں بلکہ یادِ الٰہی کا ہے تو اس کے لئے وہی راستہ اختیار کر لینا چاہیے جس سے قربِ الٰہی نصیب ہو۔ لہٰذا ہمیں خواہشِ نفس سے بالاتر ہو کر ایسے موقع پر ذکر آہستہ کرنا چاہیے جب کسی خلل کا اندیشہ ہو۔''

(۶) علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی، جامعہ صدیقیہ، لاہور

''بندہ ناچیز سمجھتا ہے کہ موجودہ دور میں یہ آپ کا ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔ لہٰذا اہل سنت و جماعت کو اسی فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے اور عوام کو بھی یہ مسئلہ سمجھانا چاہئے۔''

(۷) علامہ مفتی علی احمد سندیلوی، سابق مفتی جامعہ نظامیہ، لاہور

''ذکر جہری و خفی ہر طور سے جائز ہے۔ البتہ اس میں اس بات کا خیال ضرور رہے کہ یہ جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ کسی سونے والے، بیمار اور نمازی کو اذیت نہ ہو، اور جہر نہایت مفرط نہ ہو، بطور ریا نہ ہو، نیز کسی طریقہ کو لازم نہ سمجھا جائے، نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے مسبوق نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے، جائز نہیں، اور اس مقصد کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اور بھی برا ہے۔ حدیث شریف میں علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ارشاد فرمائی ہے:

''مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں آوازیں بلند کرنا امت کے بگاڑ کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو طریقہ منقول ہے، وہ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر زیرِ لب

تسبیحات اور اذکارِ مسنونہ پڑھے جائیں اور آہستہ ہی دعا کی جائے۔ دعا میں ترنم، الفاظ کو بے تحاشا کھینچنا اور زور لگانا، جائز نہیں۔ دعا میں آواز آہستہ ہونے کے ساتھ خشوع وخضوع اور عاجزی اور انکساری ہونی چاہئے۔ آجکل اکثر ائمہ کے دعا مانگنے کا طریقہ خلاف سنت ہے۔ ہماری مساجد میں اول تو درس قرآن و حدیث ہوتا نہیں، اگر کہیں ہوتا ہے تو درس دینے والے صاحب وعظ وتقریر کا انداز اختیار کرتے ہیں، خوب چلاتے اور زور لگاتے ہیں، درس قرآن وحدیث کا یہ انداز پسندیدہ نہیں۔ درس میں آواز پست اور آہستہ ہونی چاہئے کہ نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔

علماء روحانی طبیب ہیں۔ جس طرح جسمانی طبیب کیلئے ماہر ہونا ضروری ہے، اسی طرح روحانی طبیب کے لئے بھی ماہر ہونا ضروری ہے۔ طبیب کا کام ہے کہ جو مرض ہو، اس کی دوا دے اور جتنی دوا کی ضرورت ہو اتنی دے، یہ نہ ہو کہ مرض کچھ ہو اور دوا دوسرے مرض کی دے، ہمارے ہاں آجکل یہی کچھ ہو رہا ہے، روحانی طبیب، بیماری کچھ ہوتی ہے اور دوا کچھ دیتے ہیں۔ عوام اہلسنت ایصال ثواب نہ کرنا، گیارہویں نہ دینا، تیجہ، چالیسواں، عرس نہ کرنا، یارسول اللہ، یا غوث اعظم نہ کہنا وغیرہ کے امراض میں مبتلا نہیں، ان میں سے کوئی بیماری بھی انہیں نہیں ہے۔ یہ غریب مبتلا ہیں بدعملی کی بیماری میں، نماز نہ پڑھنا، روزے نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، حج نہ کرنا، جھوٹ، چغلی، آوارہ گردی، ضیاعِ وقت، حسد، بغض، کینہ

وغیرہ سینکڑوں بیماریوں میں مبتلا ہیں، ان کی ان بیماریوں کا علاج کرنا چاہئے۔

روحانی طبیبوں کا فرض ہے کہ محض ترنّم سے نعت سنانے اور نماز کے بعد ذکر کرانے پر وقت پاس نہ کریں، بلکہ اپنی مساجد میں دروسِ قرآن و حدیث اور فقہ دیں تاکہ لوگوں کو دین کی سمجھ حاصل ہو اور انہیں اپنی بیماریوں اور علاج کا علم ہو۔

یہ خیال غلط ہے کہ مروج ذکر اہلِ سنت کا شعار ہے، اہلِ سنت کا شعار سنت پر عمل کرنا ہے۔ نماز کے بعد مخصوص ذکر اگرچہ خلافِ سنت نہیں مگر یہ یقینی بات ہے کہ ایک مخصوص طریقے پر زیادہ توجہ دینے سے دوسرے بہت سے مسنون ذکر چھوٹ گئے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ سے ہر نماز کے بعد متعدد اذکار ثابت ہیں۔ آپ سب سے زیادہ ذکر استغفار کرتے تھے، یہ بھی چھوٹتا جا رہا ہے۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا معاذ! قلت: نعم یا رسول اللہ!

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

انی احبک فقل اللھم اعنی علی ذکر ک و شکرک وحسن عبادتک فی دبر کل صلاۃ"

اس حدیث میں حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ اَعِنِیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ پڑھنے کی

وصیت فرمائی۔ یہ ذکر اور اس طرح کے اور بہت سے اذکار آجکل کے اکثر روحانی طبیبوں کے بھی علم میں نہیں ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے ایک ہی ذکر کو مخصوص انداز میں اپنا لیا، باقی سے صرفِ نظر کیا۔ عوام دینی اعتبار سے جہالت میں ڈوبتے جا رہے ہیں، ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر ہو کر ایک ڈگر پر چلے جا رہے ہیں، ان کی بیماریوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ ہی ان کے علاج کا کچھ سوچتے ہیں۔

امام احمد رضا اور ہمارے دیگر بزرگوں نے نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو صرف جائز کہا تھا، جبکہ کسی نمازی وغیرہ کو ایذا و خلل نہ ہو، نہ کہ اس کو سنت اور ضروری قرار دیا تھا، ان کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو ناجائز کہنا درست نہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر جائز کام کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہو جاتا، مگر ہمارا رویہ اب یہ ہو گیا ہے کہ جو کام جائز ہے، اس کو ضرور کیا جائے، اور بعض مرتبہ ہم اس میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں کہ جائز مستحب کام بھی ضروری سمجھ کر بڑی پابندی سے کرتے ہیں اور فرض کو چھوڑ دیتے ہیں، گیارہویں بڑی پابندی سے دیتے ہیں، زکوٰۃ نہیں دیتے، شب قدر میں نوافل پڑھنے کے لئے مسجدیں بھر جاتی ہیں فرض نمازوں سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔

امام احمد رضا خان نے نمازی، سونے والے اور بیمار کے پاس ذکر بالجہر سے منع کو "نہی عن المنکر" فرمایا ہے، اور جس کا روکنا حسبِ قدرت واجب قرار دیا ہے۔"

(۸) ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی، جامعہ مجددیہ، حیدرآباد، سندھ

"الحمد للہ اس کتاب میں ذکر کیے گئے حقائق اور دلائل کو ائمہ مجتہدین بالخصوص فقہائے احناف اور اہل سنت و جماعت کے مقتدر اسلاف کے عقائد ونظریات کے موافق پایا، اس دور میں جب کہ حق بات کہنا ایک جرم بن گیا ہے، حضرت مولانا نے جس حق گوئی اور بلند ہمتی کا مظاہرہ فرمایا ہے، اس پر یہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو اعلحضرت فاضل بریلوی کا سچا عاشق کہتے ہیں، اب اُن کے عشق کے امتحان کا وقت آگیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلحضرت فاضل بریلوی کے فتووں پر اور ان کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے جب مسجد میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، اس وقت ذکر جہر کو ترک کرتے ہیں یا نہیں؟ جن لوگوں کی اعلحضرت سے ارادت وعقیدت کا یہ عالم ہو کہ اگر کوئی اعلحضرت سے کسی مسئلہ میں کوئی علمی اختلاف کرلے تو فوراً اس پر گستاخی و بے ادبی، توہینِ اسلاف اور سنیت سے اخراج کے فتوے صادر کر دیتے ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریہ اور آپ کے حکم پر عمل کر کے اپنے ہی فتووں سے اپنے آپ کو کہاں تک بچاتے ہیں؟ اس سلسلے میں فقیر کا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اسلاف کی محبت اور عقیدت کا دم بھرنے والوں کے سامنے جب ان کے کسی نظریے کے خلاف اسلاف کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تو یہ اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لئے اسلاف کی عبارات

میں تحریف تک کر ڈالتے ہیں، لیکن اپنے باطل نظریات سے ہٹنا گوارا نہیں کرتے، چنانچہ حال ہی میں ایک علمی مسئلہ پر علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمیؒ کے ایک خاص مرید، شاگرد اور ان کے دارالعلوم کے مفتی صاحب کی خدمت میں فقیر نے اپنے نظریہ کی تائید میں اور ان کے نظریہ کے خلاف انہی کے مرشد و مربی اور استاذ کے ترجمۃ القرآن سے جب ایک حوالہ پیش کیا اور ان سے جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے فقیر کو لکھ کر بھجوادیا کہ ترجمۂ قرآن میں یہ سہوِ کاتب ہے، آئندہ ایڈیشن میں یہ نکال دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا، نئے ایڈیشن میں وہ لفظ نکال دیا گیا! شاید ایسے ہی موقعے کے لئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

"نمازیوں کے سامنے ذکر جہر کی ممانعت میں چونکہ اعلحضرت فاضل بریلوی کے ایک نہیں بلکہ کئی مقامات پر متعدد واضح ارشادات ہیں اور وہ ارشادات برس ہا برس سے تسلسل کے ساتھ چھپتے چلے آرہے ہیں، اس لیے تحریف لفظی تو یہاں ممکن نہیں رہی، اب یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے ان واضح ارشادات کی اپنی طرف سے نئے نرالے غلط معنی بیان کرکے ان میں معنوی تحریف کی کوشش ضرور کریں گے تاکہ کسی طرح اپنے باطل نظریات پر قائم رہ سکیں۔ اس کی ایک واضح مثال اور زندہ ثبوت اسی کتاب کے آخر میں اعلحضرت کے ایک عاشق زار عالم عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی تحریر

ہے، جس میں انہوں نے علامہ محمد عبد الغفور شرقپوری کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے نظریات کا رد کیا ہے اور اعلحضرت کے واضح ارشادات سے ایسی لایعنی اور رکیک تاویلات کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ اسے پڑھ کر اہلِ خرد کو ہنسی آجائے اور اہلِ دل کو رونا آجائے۔ یہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ زور زور سے کلمہ شریف پڑھنے سے وہابیوں کی نماز میں خلل آئے گا، سنیوں کو نہیں آئے گا اور اگر سنیوں کو آیا بھی تو زیادہ نہیں ہوگا۔ اہلِ علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلحضرت کے ارشادات سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لئے کیا یہ مضحکہ خیز تاویلات نہیں؟ کیا ان بچگانہ تاویلات سے یہ بات ثابت نہیں ہوجاتی کہ مسلک رضا کی پاسبانی کا یہ دعویٰ کرنے والے مسلک اعلحضرت کے بجائے اپنے باطل نظریات کی پاسبانی کر رہے ہیں؟''

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین

دل مِرا ہو جائے اک میدانِ ہُو
تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو ہو، تُو ہی تُو
اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل!
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تُو ہی تو آئے نظر، دیکھوں جدھر

مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ

تیرے سوا معبودِ حقیقی کوئی نہیں ۔ ہے کوئی نہیں

تیرے سوا مقصودِ حقیقی کوئی نہیں ۔ ہے کوئی نہیں

تیرے سوا موجودِ حقیقی کوئی نہیں ۔ ہے کوئی نہیں

تیرے سوا مشہودِ حقیقی کوئی نہیں ۔ ہے کوئی نہیں

بس تا دمِ آخر وِردِ زُباں اے میرے الٰہ رہے یہ بیاں

لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ

مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ